رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

ظلمتیں کافور ہو جائینگی اک دن دیکھنا | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | میں بھی اک نورانی چہرے پر تیار ہوں

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

مضامین بنام ایڈیٹر
اور
باقی تمام خط و کتابت بنام منیجر الفضل
قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

چندہ مقامی خریداروں سے
ساڑھے چار روپے

چندہ غیر ممالک سے
ساڑھے سات روپے

آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے، اور وہی مسیح موعود ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

جلد ۳ | ۱۵۔ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء | شنبہ | ۱۱ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری | نمبر ۱۰۶

مدینۃ المسیح

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح اور خاندان بخیر و عافیت ہیں ؎

۲۔ حضرت ام المومنین ۱۵۔ اپریل کو واپس تشریف لانیوالی ہیں ؎

۳۔ موضع گوٹریالہ (گجرات) میں غیر احمدیوں سے مباحثہ ہوا ہے مولوی فضل الدین صاحب مختار کو جانے کا حکم ہوا ہے ؎

۴۔ جناب میر محمد اسحق صاحب شیخ عبدالرحمن صاحب فاضل مصری چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے سیال مبلغ انگلستان (اور مولوی شیر علی صاحب) کو ارشاد ہوا ہے کہ چٹاگانگ (بنگال) جائیں۔ وہاں اردو۔ انگریزی عربی تقریریں ہونگی ؎

۵۔ ۲۷ مارچ کو مدرسہ احمدیہ کا ہونہار اور سعید طالب علم محمد مالابار مرض سل سے فوت ہوا۔ عزیز مدرسہ احمدیہ میں پڑھتے تھے۔

اخبار احمدیہ

جامع مسجد روز ہل ماریشس کے متولی و امام مسجد و نو احمدی ہو گئے

مولانا صوفی حافظ غلام محمد صاحب جب پہلے پہلے ماریشس گئے تو صرف ایک دو احمدی تھے وہ بھی سلسلہ کے حال سے کچھ ایسے آگاہ نہ تھے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح کی ہدایات کے تحت تبلیغ شروع کی۔ اور نہایت فراخ گفتاری سے کام لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اک آگ سی لگ گئی۔ مولویوں نے کفر کے فتوے دئے۔ اور لوگ ہر طرح دکھ دینے اور مخالفت کرنے پر تل گئے ہیں۔ مگر صوفی صاحب کرم اس طوفان میں چٹان بن کر رہے۔ اور ذرا نہیں ڈگمگائے۔

حضرت اقدس کو ایک نبی اللہ اور اسمہ احمد کے مصداق کی حیثیت میں پیش کرتے رہے۔ اور ایک مکان میں درس دیتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر حق غالب ہوا۔ اور ۴۴ آدمی انہیں اشد مخالفین میں سے داخل سلسلہ حقہ ہوئے۔ اور اس ڈاک میں یہ خوشخبری آئی ہے کہ ۱۴۔ مارچ کو روز ہل (جو صوفی صاحب کا ہیڈ کوارٹر اور مرکز تبلیغ ہے) کی جامع مسجد کا متولی اور امام دو نو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے ہیں اور یا تو وہ وقت تھا کہ ہمارے صوفی صاحب کافر سمجھے جاتے تھے۔ اور اپنے چند دوستوں کے ساتھ ایک کمرہ میں نماز پڑھتے تھے۔ اور یا اب یہ وقت کہ جامع مسجد کا امام صوفی صاحب ہی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور جمعہ بھی آپ ہی پڑھاتے ہیں۔ چنانچہ ۱۷ مارچ کو جو جمعہ پڑھایا تو ۵۰ سے مقتدی آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والے تھے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ثم الحمد للہ

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام پریس میں چھپکر شائع ہوا ؎

بھاگلپور میں احمدیت کے خلاف جوش

ہمارے دوست کہتے ہیں کہ بھاگلپور میں مخالف مولویوں نے پھر فتنہ اٹھایا ہے۔ اور جمع ہو کر احمدیوں کے خلاف فتوے دیا کہ ان سے نہ بولو نہ سلام کا جواب دو۔ نہ ان کا چھوا ہوا کھانا کھاؤ۔ فاسق۔ فاجر بدکار۔ زانی کے پیچھے نماز پڑھو۔ مگر ان کے ساتھ کھڑا ہونا بھی جائز نہیں یہ لوگ پیشاب و پاخانہ سے بھی بدتر ہیں۔ مولانا عبدالماجد صاحب ان کے ساتھ مناظرہ کو آمادہ ہیں مگر ان مولویوں کا منشاء جن میں مولوی محمد علی کانپوری [illegible] (جو حضرت عیسیٰ کے علاوہ ان کی والدہ ماجدہ کے تاحال زندہ ہونے کے مدعی ہیں) مولوی سعول مولوی لطیف مولوی محبوب وغیر ذالک۔ تحقیق حق مقصود نہیں۔ بلکہ محض اللہ کے پرستاروں کی ایذاء رسانی۔ اللھم انا نجعلك فی نحورھم۔ ونعوذ بك من شرورھم

ہندوؤں میں تبلیغ

ضلع کٹک سے تبارک علی صاحب احمدی تحریر کرتے ہیں۔ حال میں ایک ہندو مجمع میں تبلیغ کا موقع ملا۔ خاکسار نے اسلام کے منجانب اللہ ہونے اور حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ حال کا اوتار ہونے پر بیان کیا۔ لیکچر کے خاتمے پر ہندو کہنے لگے۔ کہ ہم تو مذہب اسلام کو کچھ اور ہی سمجھتے تھے۔ اور مسلمانوں کو پاپی خیال کرتے تھے لیکن آج ہمیں معلوم ہوا کہ اصل اسلام کیا ہے۔ ہمارا اپنا مذہب کچھ نہیں۔ ایسی باتیں اس سے پہلے کسی اور مسلمان سے نہیں سنیں ؛

گمراہ کرنیوالا پیر

بھنگواں طالب پور سے نذیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ چند روز ہوئے ایک گاؤں کے لوگوں میں تبلیغ کا موقعہ ملا جو سید امام علی کے مرید ہیں۔ ان کو۔ حج۔ نماز۔ زکوٰۃ وغیرہ تمام احکام کی فلاسفی سمجھائی گئی۔ اور حضرت مسیح موعود کے متعلق بھی بہت کچھ سنایا گیا۔ اعتراضات کے تسلی بخش جواب دئے گئے۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ ہم اپنے پیر کو بلاتے ہیں۔ اور پھر آپ کو (مجھے) لیکر قادیان چلینگے ان کا پیر اعلانیہ طور پر نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ سے روکتا ہے

اور کہتا ہے کہ اس وقت کسی مامور کی ضرورت نہیں ؛

حیدرآباد میں کتب خانہ احمدیہ

مکرمی مفتی محمد صادق صاحب حیدرآباد (دکن) سے تحریر فرماتے ہیں جبکہ انشاء اللہ یہاں پڑھوں گا۔ اور پھر مدراس جاؤں گا۔ سناؤ سے ایک عریضہ ارسال کر چکا ہوں۔ اسکے بعد ریل میں دو آدمی شخصوں کو اللہ تعالےٰ نے بیعت کی توفیق دی۔ حیدرآباد کی انجمن اور کتب خانہ کا انتظام اب سید بشارت احمد صاحب کی کوشش سے بہت اچھا ہے۔ (دوسری انجمنوں کو بھی اپنی اپنی جگہ پر خاص توجہ ان دو باتوں کی طرف مبذول کرنی چاہیئے)

اسمہ احمد کا مصداق

ایک دوست کے سوال "آیا اسمہ احمد کی پیشگوئی مجدد صاحب ہندی پر لگ سکتی ہے یا نہیں" پر حضور نے لکھوایا۔ قرآن شریف میں اسمہ احمد کے لئے جو نشانیاں آتی ہیں وہ مجدد صاحب سرہندی پر ایک بھی نہیں لگتی۔

دعا

احباب نے اس امر کو نوٹ کرلیا ہوگا کہ ایم۔ اے کا امتحان ۵ اسے ۲۳ اپریل تک ہوگا لہٰذا وہ اپنے آقا و محسن کے فرزند ارجمند صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے لئے دست بدعا رہیں ؛ نیز ماسٹر رحیم بخش صاحب کے لئے بھی۔ طلباء کے فقہ ہائی جنہیں نواب محمد علیخان صاحب کے صاحبزادہ عبدالرحیم خان صاحب بھی شامل ہیں۔ محتاج دعا ہیں ؛

۲۔ برادرم عبداللطیف بن بابو عبدالرزاق صاحب (غیر مبائع) نے اس دفعہ فقہ ہائی کا امتحان دیا ہے۔ احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں ؛

۳۔ سید انعام اللہ سول ہسپتال پانی پت سے اپنی ہمشیرہ کی صحت کے لئے جو اس وقت ہسپتال میں زیر علاج ہیں احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں ؛

قریشی محمد حسین کی صحت

حضرت صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ آپکی بزرگانہ توجہ اور دعائیں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائیں۔ اور مجھ کو بالکل دوبارہ زندگی عطاء فرمائی ؛

قبولیت دعا

محمد اللہ داد صاحب مدرس اول تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی دعاؤں میں معجزہ کا اثر دیکھا۔ ظاہری اسباب میری تبدیلی کے بالکل مخالف تھے لیکن حضور کی دعاؤں سے میری تبدیلی واپس مدرسہ میں ہو گئی ہے۔ (۲) میں نے اپنے والد علیہ اور دو نو بھائیوں کے لئے جو غیر احمدی تھے۔ دعا کی درخواست کی تھی۔ الحمدللہ انہوں نے بھی بیعت کرلی ؛

برہمن بڑیہ میں جماعت احمدیہ کی ترقی

برہمن بڑیہ سے سید محمد عبدالواحد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ اس ہفتہ اخیر ماہ مارچ میں ایک آدمی جدید داخل سلسلہ حقہ ہوا ہے۔ کل گیارہ آدمی اس مہینہ میں داخل سلسلہ حقہ ہوئے ہیں جس سے آج تک یہاں کی جماعت کا نمبر پچاس سے اوپر پینتیس تک پہنچا ہے۔ فالحمدللہ علے ذالک حمداً کثیراً

سیلون میں مسٹر ڈی ہل کا اسلام

منشی صدرالدین صاحب نے سیالکوٹی لنڈن سے لکھا ہے۔ کہ یہ صاحب اسلامک ریویو کے ذریعے مسلمان ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ صاحب عرصہ دو سال سے ریویو آف ریلیجنز کے ایجنٹ اور مشتاق ہیں

شرائط مباحثہ

پیغام والوں نے ہماری شرائط تسلیم نہیں کیں اور بالکل نئی شرائط پیش کرکے اور مقام مباحثہ اپنا ہی گھر (لاہور) ضروری ٹھہرا کر اور جلسہ کو پرائیوٹ رکھنے کا مطالبہ کرکے روبرو مباحثہ سے بھی صاف انکار اور کھلا کھلا اقرار کیا ہے۔ اور کہدیا ہے کہ ہم آئندہ اس پر گفتگو نہ کرینگے،

الفضل کے مضامین کی تصحیح

خدا رحم کرے الفضل کے کاتب میں اور پروف ریڈر پر پھر مصلح سنگ، پر جب اخبار چھپ کر آتا ہے تو نہایت حیران ہوتا ہوں اور سخت نادم کہ لکھا کیا تھا اور چھپا کیا ہے مگر کچھ پیش نہیں جاتی نمبر ۱۰۳ و ۱۰۴ میں عصی غوی کو عصی دعوی لکھدیا ہے۔ علم دوست کے ساتھ اخبار بڑھا دیا ہے (۲) القینا بینھم العداوۃ والبغضاء پر کچھ نقطے ایزاد کر دئے (۳) صفحہ ۸ پر اس کا مقابلہ اچھا نتیجہ پیدا نہیں کرتا کو کرتا ہے لکھ دیا ہے (۴) صفحہ ۱۲ چھٹی کو چیٹھی۔ صفحہ ۱۳ پر خاتمہ کی بجائے خاتحہ لکھا ہے (۵) صفحہ ۱۴۔ لانبی بعدی صحیح تھا اسے لاہی بعدی کر دیا (۶) ان معک کی بجائے انی معک چاہیئے (۷) صفحہ ۱۸ بروز النبی نہیں لکھا بلکہ روح النبی۔ غرض کیا کیا گناؤں اس قسم کی بیسیوں غلطیاں ہیں ؛ نمبر ۱۰۵ میں مدرسہ پر امور ضروریہ میں-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء

اس زمانہ میں داعی الی اللہ صرف ایک ہی ہے

یعنی

مرسل ربانی احمد قادیانی

مولوی ابوالکلام صاحب ایڈیٹر البلاغ کو بتاریخ ۲۸ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء گورنمنٹ بنگال کا حکم زیر دفعہ ۳ ڈیفینس ایکٹ پہنچا کہ وہ چار دن کے اندر کلکتہ کا قیام ترک کر دیں اور حدود بنگال سے باہر چلے جائیں۔ بعد میں یہ مہلت بڑھا کا ایک ہفتہ کر دیگئی۔ اسپر ایڈیٹر صاحب نے ایک مضمون لکھا۔ جو البلاغ نمبر ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ میں شایع ہوا ہے۔ ہم اس مضمون کے متعلق قلم نہ اٹھاتے لیکن ایڈیٹر موصوف نے چند باتیں ایسی لکھی ہیں جن سے ہمارے ہادی و مرشد اور مامور برحق حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہتک ہوتی ہے۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بعض امتیازی خصوصیات مشتبہ ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اسکی بعض صریح غلط بیانیوں کی تردید ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں ؛

ایڈیٹر موصوف اپنے داعی الی اللہ ہونے کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ اپنی شان میں ارقام فرماتے ہیں :-

"جب کہ تمام زمانے کے سامنے انسانوں کے بنائے ہوئے طریقے تھے۔ اور جبکہ سعی و عمل کا ہر ولولہ اس سے زیادہ بلند نہیں ہو سکتا تھا کہ غیر قوموں کی مجلس اور اجتماعی طریقوں کی ادہوری اور ناقص تقلید کر کے امت مرحومہ کو بھی ان کی طرف دعوت دیجائے۔ تو فضل و رحمت الہٰی نے اس عاجز کی رہنمائی کی۔ اور بغیر اس کے کہ کوئی انسانی نمونہ یا مادی تحریک اس کے لئے محرک ہوئی ہو۔ خود بخود اس راہ عمل کو کھول دیا جسکو بغیر لطف تحریک الہٰی کے اس دنیا میں کوئی نہیں پا سکتا"

اس کے بعد اپنی کامیابی میں یوں رطب اللسان ہیں :-

"حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کو جو توفیق رفیق دعوت و تبلیغ کی عطاء فرمائی اور جسطرح اسکو رفع ذکر و اعلان و ظہور و رسوخ و انتشار عالم کی حیرت انگیز محیر العقول نشانیوں سے ممتاز کیا۔ وہ کلمہ حق و صدق کی شہنشاہی و خسروی اور دعوت الی اللہ کی فتح مندی و کامرانی کی ایک عجیب و غریب مثال ہے۔ اور کم از کم ہندوستان کی سرزمین میں اسکی کوئی قریبی مثال موجود نہیں"

اس اقتباس سے منکشف ہوتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے پہلا دعویٰ داعی الی اللہ ہونے اور بغیر کسی نمونے اور مادی تحریک کے اجرائے کار کا کیا ہے۔ اور دوسرا اپنی کامیابی کا۔ ان دونوں دعووں میں وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں۔ اول ہم ایڈیٹر صاحب کے پہلے دعوے کی تحقیق و تنقید کرنا چاہتے ہیں کہ آیا فی الواقعہ انہوں نے داعی الی اللہ ہونے کا دعوے بغیر کسی نمونے کے کیا ہے ؟ ارباب اہل بصیرت پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت آج سے پینتیس ۳۵ سال پہلے ہو چکی ہے۔ اور حقیقی طور پر مامور من اللہ ہو کر آپ نے اپنا داعی الی اللہ ہونے کا دعوے اس وقت فرمایا۔ جبکہ دنیا دعوت حقہ سے بالکل بیگانہ تھی۔ اور جب کہ تعلیم و تعلم قرآن و نشر و اشاعت ادیان کا یہ چرچا نہ تھا جو آج ہے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ابوالکلام صاحب ابھی سن شعور کو بھی نہ پہنچے ہوں گے اور لوگوں کے نفع و ضرر تو کجا خود اپنے نیک و بد سے بھی واقف نہ ہوں گے۔ پھر ایک وہ زمانہ آیا جبکہ انہیں علمی مذاق کے ساتھ اخباری حالات اور قومی خیالات سے لگاؤ۔ اور نمود و اظہار وجود کا شوق پیدا ہوا۔ اسی دور بلند پروازی میں وہ ایک دفعہ یہاں دارالامان قادیان میں آکر اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ چکے ہیں۔ اور کانوں سے داعی الی اللہ کی باتیں سن چکے ہیں۔ پس یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ اس ملک میں دعوت حقہ کی کوئی مثال موجود نہ تھی۔ اور قرآن مجید کی طرف توجہ کرنے کا کام سب سے پہلے انھیں کو سوجھا۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ انھوں نے جو دعوت دی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی نجات و فلاح دعوت تعلیم میں ہے یا دعوت قومیت و سیاست میں یا انجمنوں کی کثرت میں یا مدرسوں اور کالجوں کے قائم کرنے میں ہے بلکہ وہ دعوت یہ ہے کہ جب تک حضرت انبیاء کرام کے اسوۂ حسنہ اور داعی الاسلام کی سنت مقدسہ سے کوئی دعوت حقہ ماخوذ نہ ہوگی۔ اور انسانی طریقوں کی جگہ ایسے سرچشموں سے فیضیاب ہو کر نشو و نما نہ پائے گی۔ اسوقت تک کامیابی و فوز و فلاح حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ بالکل درست بات ہے، مگر دیکھنا یہ ہے کہ اسوقت نہ صرف خطۂ ہند بلکہ تمام روئے زمین پر اس طریق سے سلسلہ احیاء دین و ملت اور تجدید کتاب و سنت کا بانی مبانی کون ہے ہمارا دعوے ہے جسکے لئے ہمارے پاس بفضلہ تعالیٰ بے شمار دلائل موجود ہیں کہ یہ کام مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا۔ کیونکہ ایسے وقت میں جبکہ مسلمان بدترین حالت ادبار و غفلت میں مبتلا ہو چکے تھے۔ دین سے بالکل بے بہرہ۔ ایک دوسرے سے برسر جنگ۔ اتحاد و یگانگت کا انہیں نام تک باقی نہ تھا۔ ایک طرف شرک و بدعت وغیرہ طرح طرح کے مفاسد دینی میں گرفتار تو دوسری جانب خدائے واحد سے بھی بیزار۔ اور دہریت کی غار ہلاکت میں گرنے کو بالکل تیار۔ مادی دنیا پرست ہوئے تھے۔ اور روحانیت سے بیگانہ۔ آپ نے انبیاء کے منہاج پر یا ایھا الناس اعبدوا ربکم کی آواز دی۔ اور فرمایا کہ اے مسلمانو! تمہاری ترقی نہ تو فنون و علوم مغربیہ سے ہوگی۔ اور نہ کورانہ عقاید و رسوم مشرقیہ سے۔ نہ بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل ڈی۔ کی ڈگریوں سے۔ نہ انجمنیں قائم کرنے سے اور نہ قومیت بنانے سے۔ بلکہ تمہاری ترقی کا راز اسی دعوت میں پنہاں ہے جو انبیاء اعبدوا ربکم کے پاک کلمات میں ہمیشہ سے اپنی اپنی اقوام کو دیتے آئے۔ اور جو بالآخر حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انی رسول اللہ الیکم جمیعا فرما کر تمام اہل عالم کو دی۔ اور جسکے ماتحت یہی فیض تا قیامت رہیگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں پڑھو۔ آپکی تحریریں دیکھو۔ آپکی تقریروں کا مطالعہ کرو۔ شرائط بیعت پر نظر ڈالو۔ اور دوسری طرف

قوم کے حالات اسکے خیالات مشاہدہ کرو۔ تو تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ قوم کس طرف جا رہی تھی۔ اور کس حالت کو پہنچ چکی تھی اور حضور نے اسے کس طرف بلایا۔ یاد رکھو مخلوق کا میلان عام کا تتبع اور ابن الوقت بنکر رفتار زمانہ کی رو میں خود بھی بہ جانا آسان ہے۔ مگر صدق وحق کی دھن میں اس کے برخلاف چلنا چلانا۔ اور اس پُرزور بہاؤ کے مقابل بامردی سے قدم مارنا مشکل۔ اگر تم خود پسندوں کی طرح واقعات و حالات کی جانچ پڑتال کرکے ازراہ خدا ترسی سوچوگے تو تمہیں ماننا پڑے گا۔ وہ وجود واحد ہے۔ جس نے سب سے پہلے اس ظلمت کدہ دہر میں اس نور کا پتہ دیا۔ جو دنیا کی نگاہوں سے مخفی ہوچکا تھا۔ اور جس نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد اپنے پیرووں سے لیا۔ آپ کی دعوت حقہ کا اثر قدرتاً یہ ہوا۔ کہ عام طور پر دینی بیداری کی ایک ہوا چل پڑی۔ اور نہ صرف مسلمان قرآن قرآن پکارنے لگے۔ (گو بدقسمتی سے اس کے مغز اور عملی برکات سے ابتک محروم ہوں جسکی وجہ مامور من اللہ کی مخالفت کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی) بلکہ دیگر اقوام کو بھی اپنے اپنے دین کی تجدید اور احیاء و البقا کی فکر پڑ گئی۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کے سوا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ کہ ایسا دعوےٰ دنیا کے سامنے پیش کرے۔

اب ہم ابوالکلام صاحب کے دوسرے دعوے پر نظر کرتے ہیں۔ جو یہ ہے۔ کہ ایڈیٹر صاحب کی سخت مخالفت ہوئی۔ اور باوجود مخالفت شدیدہ کے ان کی دعوت کامیاب ہوئی معلوم ہوتا ہے۔ یا تو ابوالکلام صاحب مخالفت کے معنے ہی نہیں سمجھے یا وہ ایسا کچا ارادہ اور کمزور دل رکھتے ہیں کہ انہوں نے معمولی باتوں میں اختلاف کو مخالفت سمجھ لیا ہے ورنہ کوئی ہمیں بتائے۔ کہ انکی کونسی ایسی مخالفت ہوئی۔ جسمیں لوگ ایڈیٹر صاحب کی جان کے خواہاں ہوگئے ہوں طرح طرح سے انکی ضرر رسانی اور ایذادہی میں کوشش کی گئی ہو۔ ان کے ہم خیال لوگوں کو بڑی بڑی سخت مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ کیا مسلم یونیورسٹی کے معاملہ میں جو مولوی صاحب نے رائے ظاہر کی ہے اس کے برخلاف دوسروں کا رائے دینا مخالفت ہے؟ اگر اسی کا نام مخالفت ہے تو پھر ہر ایک فرد قوم کی مخالفت تسلیم کرنی پڑے گی۔ ایڈیٹر صاحب مخالفت کا مفہوم سمجھنے اور اس کا حقیقی مفہوم معلوم کرنے کے لئے کہ وہ کیا چیز ہے پنجاب کے گاؤں گاؤں میں جاکر پوچھیں۔ ہمارے مخالف لوگوں ہی سے سوال کریں کہ تم نے مرزا غلام احمد صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی کسقدر مخالفت کی کیا انہوں نے اس شخص کو تنگ کرنے میں اسکو طرح طرح کی اذیت دینے میں۔ اُس پر پتھر پھینکنے میں۔ اس پر مقدمے بناکر اسکو اپنے مقاصد میں ناکام رکھنے میں یہاں تک کہ خون کے جھوٹے مقدمے چلانے میں۔ غرض کسی طرح سے اسکی جان لینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا؟ کیا انہیں حضرت مسیح موعود کا نام لینے سے طیش نہیں آجاتا؟ کیا وہ اُسکے نام تک کی مخالفت نہیں کرتے؟ کیا اسکی جماعت کو تکلیف نہیں دی گئی؟ کیا ان کی جائدادوں پر قبضہ نہیں کر لیا گیا؟ کیا انکی بیویوں کو ان کے خاوندوں سے نہیں روکا گیا؟ کیا انکے ساتھ کھانا کھانا بند نہیں کر دیا گیا؟ کیا انہیں کنوؤں پر سے پانی لینے سے نہیں روکا گیا۔ کیا انکو انکے گھروں میں سے نہیں نکال دیا گیا؟ پھر کیا بعض کو محض اس جرم میں کہ اس نے ایک داعی الی اللہ کی دعوت قبول کی۔ قتل نہیں کیا گیا؟ اور کیا پھر انہوں نے بخوشی جانیں نہیں دیں۔ ان سب باتوں کو پنجاب ہندوستان کے مختلف مقامات اور افغانستان کی سرزمین سے پوچھو وہ تمہیں بتادیگی مخالفت اسطرح ہوتی ہے۔ باقی رہا۔ کامیابی کا سوال۔ اس کے لئے ہم ایڈیٹر صاحب سے پوچھتے ہیں کہ انکو کیا کامیابی حاصل ہوئی کیا محض زبان سے یہ کہدینا کہ "اس عاجز کو رفع ذکر و اعلان و ظہور و سلطان نفوذ و رسوخ و انتشار عالم کی حیرت انگیز و محیر العقول نشانیوں سے ممتاز کیا" سچ مچ کامیابی ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر اس امتیاز میں بھی آپکو حضرت مسیح موعودؑ سے کچھ نسبت نہیں۔ کیونکہ حضور کا ذکر خیر نہ صرف انڈیا میں گھر گھر ہوا۔ اور نہ وہ فقط اسلامی حدود تک مقید رہا بلکہ بفضلہ تعالیٰ سات سمندر پار مغربی دنیا میں بھی عیسائی ملکوں کی پرانی اور نئی دنیا تک اس کا انتشار ہوگیا۔ آپ کا رفع و ذکر آپ کا اعلان و ظہور آپ کا سلطان نفوذ آپ کا رسوخ ان تمام ملکوں میں ہوا۔ اور ہوا بھی باوجود اسقدر سخت مخالفت کے جس کا ایک شمہ اوپر بیان کیا گیا۔ آپ نے اپنے اشد ترین مخالفوں میں سے ایک جماعت تیار کی جسے تمام دنیاوی خواہشات اور لذات سے علیحدہ کرکے خدا تعالیٰ کی راہ میں لگا دیا۔ جو اپنے آقا کے بعد بتائید ایزدی اسکے کام کو سرانجام دے رہی ہے۔ ابوالکلام صاحب بتائیں کہ انہوں نے کونسی جماعت تیار کی۔ دارالارشاد بھی قائم کیا۔ حزب اللہ کے لئے مضامین بھی لکھے مگر کتنے جان نثار پیدا کئے جو اپنے اندر عملی طور پر وہی پاک شہرت رکھتے ہوں جو احمدی اپنے احمدؑ کے بارے میں رکھتے ہیں۔ آپ اگر کوئی ایسا گروہ پیدا بھی کر لیتے تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ کیونکہ آپ کا کام لوگوں کی خواہشات کے مطابق تھا۔ احمدی جماعت جیسا کہ ہم اوپر اشارتاً بتلا چکے ہیں۔ اس طریق سے نہیں بنی کہ دریا میں بیڑا بہتا جا رہا ہو۔ اور اسکی ایک زنجیر پکڑ کر دریا کے بہاؤ کی طرف کھینچ کر لے جائیں۔ اور کہیں کہ ہم نے بڑا کام کیا۔ بلکہ یہ جماعت اسطرح سے بنی ہے کہ گویا اس بیڑے کو دریا کے بہاؤ کے مخالف کھینچا گیا ہے۔ کیا ایڈیٹر ابوالکلام صاحب نے کوئی جماعت بنائی۔ ہرگز وہ کوئی جماعت نہیں بنا سکتے۔ اگر ہم انکو داعی الی اللہ مان بھی لیویں تو کیا ان کے بعد کوئی ایسی جماعت ہے کہ انکی وفات پر وہ ان کا کام سرانجام دیگی۔ کیونکہ جن سلسلوں کو خدا خود قائم کرتا ہے وہ اپنے ظاہری بانیوں کے بعد بھی مٹ نہیں جایا کرتے۔ تو کوئی ایسی جماعت انہوں نے نہیں بنائی ہے۔ جسکے ذریعے ان کا کاروبار ان کے بعد بھی چلتا ہے اگر ان کا دم نکل جائے تو وہ کام جسے وہ سمجھتے ہیں۔ داعی الی اللہ ہونے کی حیثیت سے ان کے سپرد ہے۔ ان کے سپرد ہے۔ ان کے ساتھ ہی دنیا سے مٹ جاوے۔ پس مولوی ابوالکلام صاحب کا یہ دعویٰ کہ وہ داعی الی اللہ ہیں۔ اور بغیر نمونہ کے ہیں۔ اور پھر انہیں اس میں کامیابی ہوئی ہے۔ غلط ہے نہ وہ داعی الی اللہ ہیں۔ نہ بغیر نمونہ اور مادی تحریک کے ہیں۔ اور نہ انہیں کوئی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ داعی الی اللہ ایک ہی ہے جو اپنی صداقت کے بہت سے نشانات رکھتا ہے جسے ایک حزب اللہ دیا گیا۔ اور جو اپنے مقاصد میں کامیاب ہوا اور جسکے کاموں کی تکمیل خلفاء کے ذریعے ہو رہی ہے۔ اور

علیٰ ارغم انف عدوان عنید

ہوتی رہے گی

(انشاء اللہ تعالیٰ)

لمعات

ایک جھوٹے نبی کی ہلاکت۔

کرائسٹ چرچ کے لیڈر کے سلسلہ میں مفصلہ ذیل اقتباسات کا پڑھنا ازدیاد ایمان کا موجب ہوگا۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس شخص نے نبوت کے دعوی کے علاوہ اپنا نام احمدؐ بھی رکھا تھا۔ اور خدا نے نہ چاہا کہ آخری زمانے میں اس آسمان کے نیچے کوئی اور بھی احمدؐ ہو۔ احمدؐ ایک ہی ہے۔ اور وہی سچا داعی الی اللہ ہے جو دارالامان میں پیدا ہوا۔ بہرحال اس جھوٹے نبی کے حالات یہ ہیں۔ جو اخبار "ایوننگ نیوز" نے چھاپے ہیں

"جیمس ولیم ڈوکنگ سولم جسکو سلطان سلیمان ہونے کا دعوی تھا۔ حال ہی میں پورٹ سلیڈ متصل برائٹن میں اس دنیا سے رخصت ہوا ہے اس شخص کے متبعین کی تعداد بہت ہی قلیل تھی لیکن اس نے اپنے غیر معمولی جوش کے ساتھ اس تعداد کو قائم رکھا وہ ایک مدت میں ڈوئی مدعی نبوت کا ساتھی رہ چکا تھا۔ اگرچہ وہ ہمیشہ اس وقت میں بھی اس کے ہمراہ نہ رہا۔ ہر دو پہلے پہل وکٹوریا آسٹریلیا میں واقف ہوئے۔ جبکہ متحدہ طور پر کام کرتے تھے۔ اس شخص نے اپنے بہت سے نام تجویز کئے تھے۔ جنمیں سے سلیمان داؤد اور احمد نام بھی تھے۔ اسکی جماعت جسکو وہ فوج کے نام سے موسوم کرتا تھا۔ تین سال کے اندر منتشر ہوگئی۔ اور وہ خود ایک گمنامی کی زندگی بسر کرنے لگا۔"

قرآن مجید میں کوئی اختلاف نہیں

آریہ گزٹ لاہور اپنی اشاعت مورخہ ۶۔ اپریل میں بعنوان • تحقیقات اسلام۔ قرآن شریف میں اختلاف پر ایک مضمون لکھتا ہے۔ کہ "قرآن شریف سورۃ بقر میں تو فرماتا ہے۔ اذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس۔ (ترجمہ) جب ہمنے ملائکہ سے کہا کہ تم سجدہ کرو آدم کے لئے تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ پھر قرآن شریف فرماتا ہے۔ اذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن (ترجمہ) جب ہمنے ملائکہ کو کہا کہ تم سجدہ کرو۔ آدم کو سب نے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے۔ وہ جنوں میں سے تھا۔

پہلی آیت سے عیاں ہے کہ ابلیس فرشتہ تھا۔ دوسری سے ظاہر ہے وہ جن تھا۔ یہ قرآن شریف میں اختلاف ہے۔"

(۲) ان اللہ لا یامر بالفحشاء۔ بیشک اللہ برائی یا عیب کے کام کا حکم نہیں کرتا۔ دوسری آیت میں ہے۔ اذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا جب ہمنے ارادہ کیا۔ ہلاک کرنے کا ایک گاؤں کو تو حکم بھیجا بدی کرنے کا اسمیں بدی کی انہوں نے۔

یہ بھی قرآن شریف میں اختلاف ہے۔ ایک آیت میں بیان کیا جاتا ہے کہ بدی کا حکم اللہ تعالے نہیں فرماتا دوسری میں ظاہر کیا جاتا ہے کہ بدی اللہ ہی کرواتا ہے۔"

(۳) قرآن شریف فرماتا ہے۔ وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علے الملئکۃ فقال انبئونی باسماء ھؤلاء ان کنتم صادقین۔ قالوا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

آدم کو سب نام سکھا کر فرشتوں سے سوال کرنا کہ یہ نام بتاؤ بھلا جن چیزوں کا انہیں علم ہی نہیں کرایا وہ کیسے بتلا سکتے ہیں۔ ایک دنیاوی اُستاد بھی ایسا مقابلہ اپنے دو شاگردوں کا نہیں کرا سکتا۔"

جواب

اے کاش! قرآن شریف کی طرح وید بھی ایک مکمل کتاب ہوتی۔ اور وہ اپنے پیروؤں کو جادلھم بالتی ھی احسن کی تلقین کرتی۔ تو آریہ لوگ اسلام پر اسطرح اعتراض نہ کرتے جسطرح وہ آج کر رہے ہیں۔ زبان عربی سے ناواقف اور قرآن شریف کی عربی عبارت پر اعتراض۔ زبان عربی کی باریک در باریک خوبیوں سے ناآشنا اور قرآن شریف کے ان الفاظ پر اعتراض جو عربی زبان کی باریکیوں اور قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت پر دال ہیں۔ قرآن شریف کے اسلوب بیان سے ناواقف۔ اور جُدا جُدا آیتوں پر اعتراض کرتے ہیں۔

پہلا اعتراض آریہ گزٹ کا عربی زبان سے جہالت کی وجہ سے ہے۔ قرآن شریف کا الا ابلیس فرمانا ابلیس کو فرشتوں کی جنس میں داخل نہیں کرتا۔ یہ الا استثناء متصل نہیں۔ بلکہ یہ استثناء منقطع ہے۔ اس سے مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ کی جنس ایک نہیں رہتی جیسے جاء القوم الا الحمار۔ دیکھو یہاں حمار قوم کی جنس میں سے نہیں۔ کاش! اگر آریہ معترض استثناء منقطع کو جانتا تو اُسے قرآن شریف میں یہ اختلاف نظر نہ آتا۔

دوسرا اعتراض۔ یہ بھی ناواقفیت عربی زبان سے پیدا ہوا ہے۔ آیت اذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا کے معنے ہیں جب ہم ارادہ کرتے ہیں کسی بستی کے ہلاک کرنے کا تو ہم اس کے خوشحالوں کو حکم دیتے ہیں۔ (اور حکم الٰہی نیک کاموں کے لئے ہی ہوا کرتا ہے) تو وہ عیاش اس میں نافرمانی کرتے ہیں (یعنی ان حکموں کو نہیں مانتے۔ ان کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ ہلاکت ہے) یہ ہیں صحیح معنے جن پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

تیسرا اعتراض۔ اس مضمون کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ جو اس آیت کی ماقبل آیتوں میں ہے۔ اللہ تعالے فرشتوں کو انی اعلم ما لا تعلمون کا ثبوت دیتا ہے۔ کہ آدم کو وہ پہلے کچھ سکھا دیتا ہے۔ اور پھر فرشتوں پر اسطرح حجت قائم کرتا ہے۔ دیکھو جو باتیں آدم کو ہم نے سکھائی ہیں۔ ان کا تم (فرشتوں) کو علم نہیں۔ یہ اِسبات کا ثبوت ہے کہ پڑھانے والا وہ کچھ جانتا ہے۔ جو تم نہیں جانتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ آدم کے علم کی فضیلت فرشتوں پر ثابت نہیں کر رہا۔ بلکہ یہ ظاہر فرمایا کہ ہم وہ کچھ جانتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔ پس ہماری اِن حکمتوں کا جو آدم کی خلافت و پیدائش میں ہیں تم احاطہ نہیں کر سکتے۔ پھر ہم جسے بڑا بنا دیں وہ بڑا بنجاتا ہے۔ چنانچہ فرشتوں نے اقرار کیا کہ سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات والارض۔ (کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ آسمان و زمین کا غیب میں ہی جانتا ہوں)

اسلام میں عورت کا درجہ

اس کے بعد بھی آریہ لکھتا ہے مستورات کا لفظ ہی درجہ پر دلالت کر رہا ہے۔ اسکی واحد مستورہ ہے جس کے

معنے ستر کیگئی کے ہیں۔ پھر قرآن شریف نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں۔ پس آؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو پھر فرماتا ہے۔ والتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشہدوا علیھن اربعۃ منکم فان شہدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلا۔ والذان یاتینھا منکم فاذوھما فان تابا واصلحا فاعرضوا عنھما ان اللہ کان توابا رحیما (ترجمہ) جو کوئی تمہاری عورتوں میں سے فاحشہ ہو تو ان پر مردوں میں سے چار کی گواہی چاہو۔ پس اگر گواہی دیں۔ تو ان کو گھر میں بند کرو۔ یہاں تک کہ انکو موت مار دے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ نکالے۔ اور جو تم (مردوں) میں سے کوئی وہ کام کرے تو اذیت دو۔ پس اگر وہ توبہ کریں اور اصلاح کریں تو ان کو چھوڑ دو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنیوالا اور رحیم ہے"

کیا ٹھکانہ ہے مرد اگر بُرا کام کریں تو ان کے لئے توبہ اور اصلاح سے کام چل جائے مگر عورتوں کے لئے توبہ کافی نہیں ان کے لئے تو کال کوٹھڑی ہے اور موت ہے۔ مسلمان اصحاب میں توبہ کا بازار بڑا گرم ہے۔ لیکن فرقہ اناث کو اس سے محروم کر دیا گیا ہے۔ لیکن مسلمان اصحاب بھی مجبور ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف کا فرمان ہے۔ الرجال قوامون علے النساء (ترجمہ) مرد عورتوں پر حاکم ہیں"

جواب۔

مستورات کے لفظ سے جو اعتراض کیا گیا ہے اس کے لئے صرف اسقدر لکھنا کافی ہے کہ یہ لفظ قرآن شریف میں نہیں۔ پھر پوشیدہ رہنا تو عزت کی بات ہے۔ دیکھو جس قدر معزز آدمی ہیں وہ بالعموم پبلک میں کم آتے اور اختلاط سے پرہیز کرتے ہیں۔ نساء کم حرث لکم پر اعتراض کرنے کے لئے اگر کھیتی کے مفہوم کو ہی سمجھ لیا جاتا تو معترض کو معلوم ہو جاتا کہ اس آیت میں مرد اور عورت کے باہمی تعلقات کی غرض کو بیان کیا گیا ہے۔ اور مرد کے دل میں عورت کی قدر قائم کیگئی ہے ٭

والتی یاتین الفاحشۃ الی توابا رحیما کی آیت کے متعلق اگر غور سے کام لیا جاتا تو معترض کو معلوم ہوتا۔ کہ عورت کے لئے اس آیت میں ایذا نہیں رکھی۔ ایذا مرد کے لئے رکھی ہے۔ اور یہ ایک خاص رعایت ہے۔ گھر سے باہر نکلنا بند کر دینا تو مزید فتن سے بچانے کے لئے ہے۔ اور حفاظت ہے۔ اور یہ کہنا کہ توبہ کا موقعہ صرف مرد کے لئے ہی ہے۔ غلط ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو تائبون کہا ہے تو عورتوں کو تائبات توبہ کرنیوالیاں فرمایا۔ دیکھو ۶۶-۵۔

الرجال قوامون علے النساء کے معنے۔ مرد عورتوں کے مودب ہیں۔ بالکل فطرت کی تعلیم ہے اور جو قوم اسکو نہیں مانتی وہ اس کا خمیازہ اٹھا رہی ہے۔ اور اٹھائے گی۔ دنیا کا انتظام بغیر حاکمی محکومی کے چل ہی نہیں سکتا۔ بہر حال ایک فریق کو ضرور محکوم بنکر رہنا پڑیگا۔ اور مرد اپنے قوی و علم و فضل کے لحاظ سے مؤدب بننے کے اہل ہیں۔ حاکمی محکومی کے خلاف خیالات تو صرف انارکسٹوں کے ہوتے ہیں۔ جو مفسد لوگ ہیں ہر امن پسند ان سے نفرت رکھتا ہے۔

منکر نکیر سے نجات پانے کا طریق

مسلمان کن مزخرفات میں مبتلا ہیں۔ اور کس حد تک یہود سے شباہت حاصل کر چکے ہیں۔ یہ المنیر ۸۔ اپریل کے مفصلہ ذیل مضمون کے اقتباس سے معلوم ہوگا۔ جو اس نے اخلاقی کالم کے ماتحت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر گیلانی کے حالات میں لکھا ہے۔

بعد وفات آپکو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھ کر دریافت فرمایا کہ منکر نکیر سے کسطرح نجات ملی۔ غوث الاعظم نے فرمایا یہ سوال ٹھیک نہیں۔ بلکہ یہ پوچھ کہ منکر نکیر نے تم سے کسطرح نجات حاصل کی۔ بزرگ نے کہا۔ حضرت یونہی سہی فرمائیے کیسی گذری۔ آپنے فرمایا۔ جب وہ دونوں فرشتے میرے پاس آئے تو پوچھا من ربک (کون ہے رب تیرا) میں نے کہا شرط اسلام ہے کہ پہلے سلام و مصافحہ کرو پھر کلام یہ کہاں درست ہے کہ سلام و مصافحہ سے پہلے ہی سلسلہ گفتگو شروع کیا جاوے۔ فرشتے اپنی اس فروگذاشت پر منفعل و شرمندہ ہوئے (یعنی ہم بامرہ یعملون قرآن مجید میں غلط لکھا ہے۔ ناقل) اور مصافحہ کے لئے دونوں نے ہاتھ آگے بڑھائے۔ جسپر میں نے منکر نکیر کو مضبوطی سے پکڑ کر کہا (فرشتہ کمزور ہوتا ہے۔ ناقل) کہ پہلے میرے سوال کا جواب دے لو۔ اگر تم نے کافی جواب دیدیا تو پھر میں بھی تمہارے سوال کا جواب دونگا۔ فرشتوں نے کہا کہو کیا سوال ہے؟ میں نے کہا کہ جب خداوند کریم نے فرشتوں سے کہا کہ زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے بلا سوچے سمجھے یہ کہکر کہ وہ فساد اور خون کریگا۔ اور ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ تین گناہ کئے (یعنی فرشتے گنہگار رہیں۔ ناقل) (۱) یہ کہ فرشتوں نے سمجھا کہ حق تعالےٰ ہم سے مشورہ کرتا ہے حالانکہ ذات خداوندی اس سے پاک و منزہ ہے (۲) جملا انبیاء کی نسبت فسادی اور خونی ہونے کا خیال کیا اور نہ جانا کہ انسانوں میں فرشتوں سے بھی بہتر ہوں گے (۳) فرشتوں نے اپنے علم کو علم خداوندی پر ترجیح دی جسپر حق تعالےٰ نے فرمایا۔ جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

منکر نکیر ان باتوں سے لاجواب ہوکر کہنے لگے کہ یہ سخن صرف ہم دونوں ہی نے نہیں بلکہ کل فرشتوں نے کہے تھے اسواسطے آپ ہمیں چھوڑ دو تاکہ ہم جاکر کل فرشتوں سے مشورہ کرنے کے بعد آپ کو جواب دیں۔ پیر صاحب فرماتے ہیں اسپر منکر نکیر کو چھوڑ دیا۔ (بڑا رحم کیا)۔ اور انہوں نے جاکر کل فرشتوں سے تذکرہ کیا جس کا کسی کو بھی جواب نہ آیا۔ آخر سب کو غوث الاعظم سے معذرت کرنی پڑی۔

واللہ اعلم بالصواب ٭

صاف ظاہر ہے کہ لکھنے والے نادان کو ان آیات قرآن مجید کے صحیح معنے نہیں آتے جسکی بنا پر اسے چند متردانہ اعتراض سوجھے ہیں۔ اور اس نے غوث الاعظم کے نام سے درج کر دئے ہیں۔

گر مسلمانی ہمین است کہ واعظ دارد
وائے گر در پس امروز بود فردائے

اس شخص کو چاہیئے کہ وہ ترقی اسلام کا تیار کردہ مترجم پارہ منگوا کر اپنی تسلی کرلے یا کسی احمدی کے آگے زانوئے ادب تہ کرے کیونکہ قرآن مجید کا حقیقی علم صرف احمدؑ کی جماعت کو دیا گیا ہے ٭

کیا ہم ضالین ہیں

مولوی عبداللہ خان صاحب

پٹیالوی اپنے فرزند اکبر محمد مصطفےٰ خان صاحب کی سبّ و شتم کو کافی نہیں سمجھے اس لئے خود نفس نفیس میدان مبارزت میں تشریف لائے ہیں اور الفاظ کی سنجیدگی میں اہل بیت مسیح موعود اور مہاجرین و انصار دارالامان کو ضالین اور مشرکین ٹھہرایا ہے۔ مگر مولوی صاحب موصوف جس حوالہ سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں۔ اس سے تو یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ میں ناظرین الفضل اور ہر انصاف پسند سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵ کو بہ نظر غائر دیکھے

"پس اس سورۃ میں بطور اشارت مسلمانوں کو یہ سکھلایا گیا ہے کہ یہود کی طرح آنے والے مسیح موعود کی تکذیب میں جلدی نہ کریں اور حیلہ بازی کے فتوے تیار نہ کریں اور اس کا نام لعنتی نہ رکھیں ورنہ وہی لعنت الٹ کر ان پر پڑے گی۔ ایسا ہی عیسائیوں کی طرح نادان دوست نہ بنیں اور ناجائز صفات اپنے پیشوا کی طرف منسوب نہ کریں۔ پس بلاشبہ اس سورۃ میں مخفی طور پر میرا ذکر ہے اور ایک لطیف پیرائے میں میری نسبت پیشگوئی ہے۔ اور دعا کے رنگ میں مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ ایسا زمانہ تم پر بھی آئیگا۔ اور تم بھی حیلہ جوئی سے مسیح کو لعنتی ٹھہراؤ گے"

عبارت مندرجہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کا روئے سخن غیر احمدیوں کی طرف ہے۔ آپ انہیں فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کا نام لعنتی رکھکر یہود نہ بنیں۔ پھر فرمایا کہ ناجائز صفات بھی آنیوالے مسیح کے متعلق نہ تراشیں۔ وہ ناجائز صفات وہی ہیں جس کے غیر احمدی قائل ہیں یعنی دو ہزار سال سے لایزول ولایحول زندہ بجسدی العنصری آسمان پر موجود ہونا۔ نازل ہو کر تمام دنیا کو مسلمان بنالینا حقیقی مردے زندہ کرنا۔ دم میں ایسی قوت کہ اس پھونک سے کافر ہلاک ہو جائیں۔ بلکہ چاہیئے اس کے متعلق ایسے ہی صفات کے قائل ہوں۔ جو دوسرے انبیاء میں بھی پائی جاتی ہیں۔ بتاؤ اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی اللہ ماننا بھی غلو اور موجب ضلالت ہے۔ اور ناجائز صفت ہے جو اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ جبکہ نہ صرف قرآن مجید میں بلکہ احادیث صحیحہ میں آنے والے مسیح کو نبی فرمایا گیا ہے۔ اور ان احادیث کو خود امام الحکم العدل نے صحیح تسلیم کیا ہے۔

مولوی صاحب! آپ خطبہ الہامیہ کا صفحہ ۲۰ پڑھیں ارشاد ہوتا ہے۔

"پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ اور اپنے تئیں شک اور جنگ کے ساتھ ہلاک مت کرو۔ اور میں مغز ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں اور وہ روح ہوں جس کے ساتھ جسم نہیں اور وہ سورج ہوں جس کو دشمنی اور کینہ کا دھواں چھپا نہیں سکتا اور کوئی شخص تلاش کرو جو میری مانند ہو اور ہرگز نہیں پاؤ گے اگرچہ چراغ لیکر بھی ڈھونڈتے رہو + + + اور میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے پس میری تعریف کرو۔ اور مجھے دشنام مت دو + + اور جس نے میری تعریف کی۔ اور کوئی قسم تعریف کی نہ چھوڑی تو اس نے سچ بولا اور جھوٹ کا ارتکاب نہ کیا۔ اور جس نے اس بیان کو جھٹلایا پس اس نے جھوٹ بولا ہے اور اپنے خدا کے غصے کو بھڑکایا۔ (صفحہ ۲۰)"

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ ضالین کے مصداق وہ نہیں ہوسکتے جو حضرت مسیح موعود کی تعریف کرتے اور ان کو نبی مانتے ہیں بلکہ ضالین کے مصداق وہ ہیں۔ جو تفریط سے کام لیکر اپنے ہادی کے خدا داد درجہ کو گھٹاتے ہیں۔ اور آنے والے مسیح کا مہدی اور احمد ہونا بتا کہ احمدیوں کی کوئی ایسی معتدبہ جماعت پیدا نہیں ہوگی جو اپنے ہادی و مرشد کے بارے میں افراط کو کام لے بلکہ اب شیطان دوسرے پہلو سے حملہ کریگا اور وہ اپنے ہادی کا درجہ گھٹاتا ہے۔ پس جو گروہ ایسا ہے وہی ضالین میں داخل ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کا مذہب دربارہ احیاء موتےٰ

اہلحدیث مورخہ ۷ اپریل میں ایک شخص نے فتوے پوچھا ہے۔ "کیا غوث قطب انبیاء علیہم السلام بھی اپنے حکم سے احیاء موتےٰ کرنے پر قادر ہیں۔ آج تک کبھی کسی بزرگ نے قم باذنی کہکر مردہ کو زندہ کیا ہے"

اس کے جواب میں مولوی صاحب مذکور تحریر فرماتے ہیں۔

"نہیں کیا اور نہ کر سکتے ہیں۔ احیاء مردہ تو خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے" اس فتوے میں مولوی صاحب اس بات کو تسلیم کرتے کہ احیاء موتےٰ خاصہ الٰہی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی یہ کام نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ کوئی ولی ہو یا قطب ہی یا نبی ہی کیوں نہ ہو۔ کسی کو بھی یہ اختیار نہیں دیا گیا۔ کہ وہ مردہ زندہ کر سکے۔ ہم مولوی صاحب سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ آیا آپنے اس خاصہ الٰہی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو مستثنیٰ نہیں کیا۔ الفاظ سے تو یہی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی احیاء موتےٰ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ بھی انبیاء میں شامل ہیں۔ پس اگر مولوی صاحب حضرت عیسیٰ کو بھی احیاء موتےٰ نہ کرنیوالا مانتے ہیں۔ تو ہم مولوی صاحب کو مبارک باد دیتے ہیں۔ کہ انہوں نے بھی ایک حق بات کو قبول کر لیا۔ اور اسے ظاہر بھی کر دیا اور ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب باقی حق باتیں بھی جنہیں قبول کرتے اور تسلیم کرتے ہیں۔ ظاہر کرنے کے قابل ہو جائیں۔ اور جنکو ابھی قبول نہیں کیا انہیں بھی قبول کریں۔

کیا معراج نبوی کیوقت کئی ہزار مسلمان مرتد ہو گئے تھے؟

میاں پیر بخش سیکرٹری انجمن تائید الاسلام لاہور ایسے آدمیوں میں سے ہیں کہ اگر ایسے شخص دنیا میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ مسیح موعود جیسا انسان مبعوث نہ فرماتا۔ میاں صاحب اپنا ٹریکٹ موسومہ "لاہوری احمدی جماعت سے بحث" میں نبی کریم کے معراج کی نسبت لکھتے ہیں "محمد صلعم فرماتے ہیں۔ کہ مجھکو جسمانی معراج بیداری میں ہوئی اور کئی ہزار مسلمان یہ سنکے مرتد ہو گئے۔ مگر حضرت نے اپنے معراج کو خواب یا کشف نہیں کہا" میاں صاحب مذکور سے ہم وہ ثبوت طلب کرتے ہیں جس میں بجائے ہزاروں مرتدوں کے دو سو کے نام ہی مذکور ہوں۔ جنہوں نے آنحضرت صلعم کا جسمانی معراج حالت بیداری میں سنکر ارتداد اختیار کیا ہو۔ یا کم از کم کسی مستند و معتبر تاریخ کا حوالہ ہی دیدیں جس میں نبی کریم صلعم کے جسمانی معراج کا حالت بیداری میں ہونا اور اس قدر لوگوں کا مرتد ہونا

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ان الدین عند اللہ الاسلام

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہر شخص اپنے مد مقابل سے برتری چاہتا ہے

دنیا کے ایک غریب سے لیکر بڑے سے بڑے امیر حتیٰ کہ بادشاہوں تک کنبوں سے لیکر بڑی بڑی قوموں تک فرد فرد سے لیکر جتھوں جتھوں تک غرض جس قدر بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے انسانوں کو چھوڑ کر حیوانوں تک سب میں ایک خاص صفت یہ بھی نظر آتی ہے۔ کہ وہ اپنے مقابلے پر اپنی برابری پر دوسری چیز کو دیکھنا پسند نہیں کرتی جانوروں میں اگر دیکھا جائے۔ تو ان میں بھی یہ حالت نظر آتی ہے۔ دو گھوڑے برابر چل رہے ہوں۔ تو ہر ایک اسی کوشش میں ہوتا ہے کہ میں اس سے آگے رہوں۔ درندوں میں شیر دوسرے شیر کا اپنے جنگل میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ حیوانوں کو چھوڑ کر انسانوں میں یہ حالت حد درجے کی بڑھی ہوئی ہے۔ ایک پیشے کے دو آدمی ہر وقت اس جدوجہد میں رہتے ہیں۔ کہ ایک دوسرے سے سبقت لیجائیں۔ بادشاہوں میں ہر وقت یہ جدوجہد نظر آتی ہے۔ کہ میری سلطنت جیسی دوسرے کی سلطنت نہ ہو میرے سامان جیسا دوسرے کا سامان نہ ہو میری آرائش جیسی دوسرے کی آرائش نہ ہو۔ میری فوج جیسی دوسرے کی فوج نہ ہو۔ میری شان وشوکت جیسی دوسرے کی شان وشوکت نہ ہو۔ میرے ملک برابر دوسرے کا ملک نہ ہو کنبوں میں ہر ایک کنبہ اپنی قومیت دوسرے پر جتلانے اور برقرار رکھنے کے لیے ہر وقت کوشاں نظر آتا ہے۔

قوموں میں ایک قوم دوسری قوم سے ہر فن میں ہر صنعت دکاریگری میں ہر علم میں فوقیت لیجانے میں لگی ہوئی ہے ہر وقت اپنے آپ کو برتر ثابت کرنے کے لئے جدوجہد کر رہی ہے۔ تو غرض یہ کہ حیوانوں کا تو کیا ذکر انسانوں میں بھی یہ حالت نظر آتی ہے معمولی انسانوں میں نہیں۔ بلکہ بڑی بڑی متمدن قوموں میں۔ غریبوں میں نہیں بلکہ بڑے بڑے اعلیٰ دماغ رکھنے والے بڑی بڑی عزتوں والے۔ بڑی بڑی شان وشوکتوں والے بڑے بڑے ملکوں کے بادشاہوں میں کسی خاص قوم کے بادشاہوں میں نہیں بلکہ کل دنیا کی قوموں کے بادشاہوں میں کسی خاص مذہب کے بادشاہوں میں نہیں۔ بلکہ ہر ایک مذہب کے بادشاہوں میں۔ غرض یہ بات ہر ایک انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہے۔ کہ وہ اپنی برابری پر اپنے مقابل میں کسی کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ بھی اپنا مد نہیں پسند کرتا

اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ انسان مخلوق ہے۔ اس لئے انسان میں جس قدر بھی نیک صفات ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظل ہیں۔ اسی طرح مذکورہ بالا صفت بھی انسان میں جو پائی جاتی ہے تو اس کی یہی وجہ ہے۔ کہ یہ صفت بھی انسان کو ظل کے طور پر ملی ہے۔ اگرچہ انسانوں میں اس صفت کا بہت رنگ ہے تاہم یہ ان میں ظلی طور پر پائی جاتی ہے۔ اور ادھر مخلوق کو خالق سے کیا نسبت جب یہ حال ہے۔ تو پھر اس خالق میں تو اس صفت کے ظہور کا کیا ذکر اسی لئے تو قرآن میں فرمایا

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالاً بعیداً (پ ۵ رکوع ۱۷/۱۴)

تو غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ بھی اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ اس کے مقابل میں کوئی دوسری ہستی اس کی ہمسر تجویز کیجائے چنانچہ قرآن شریف میں زیادہ تر جس بات پر زور دیا گیا ہے۔ وہ یہی بات ہے۔ یعنی قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر زور دیتا ہے۔ اور بڑے زور آور دلائل سے اس بات کی تردید کرتا ہے۔ کہ اس کے مقابل میں ہم کوئی اور ہستی تجویز کریں۔ بیشک قرآن شریف نے اس بات پر ایسا زور دیا۔ کہ دوسرے مذہب کے لوگ بھی جو ایک خدا کے ماننے والے ہیں۔ اس بات سے انکار نہیں کر سکتے بلکہ ماننے پر مجبور ہیں۔ کہ کسی دوسرے مذہب کی کتاب نے اس طور سے خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو بیان نہیں کیا

لا الٰہ الا اللہ کے دو جزو میں شرک کا قلع قمع

باوجود اس کے پھر بھی خیال ہو سکتا تھا کہ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ مسلمان قوم بھی اپنے سے پہلی قوموں کی طرح پھر شرک میں مبتلا ہو جاتے چنانچہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ پہلے لوگوں کو توحید سکھائی گئی۔ مگر ان کی تعلیم کے نامکمل اور کامل نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے شرک کیا۔ معمولی معمولی انسانوں کو جن کی ساری عمر مصیبتوں میں کٹی۔ خدا تعالیٰ کا شریک بنالیا۔ دنیا کی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے۔ انسانوں کو خدا کر کے پکارا گیا ہے۔ کہ جن کی عمریں مصیبتوں میں کٹی ہیں۔ اور جو بڑے بڑے ابتلاؤں میں رہے ہیں۔ عیسائی مذہب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا۔ انجیل کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی زندگی بڑی مصیبت کی زندگی تھی چنانچہ وہ فرماتے ہیں "ابن آدم کو سر چھپانے کے لئے جگہ نہیں"۔ ہندوؤں میں حضرت کرشن حضرت رامچندر علیہ السلام معبود کر کے مانے جاتے ہیں لیکن اگر ان دونو بزرگوں کی زندگی کے حالات پڑھے جائیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگی بھی دکھوں اور مصیبتوں میں ہی کٹی۔ غرض یہ کہ ان واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ کہ بعد میں قوموں نے اپنے بڑے بڑے بزرگوں کو خدا کا شریک بنالیا یہ بہت اغلب اور قرین قیاس تھا۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے صفات حسنہ رکھنے والے۔ اپنے دشمنوں کو نیچا دکھانیوالے اور تمام جہان کے سب کامیابوں سے بڑھکر کامیاب ہونیوالے شخص کو معبود بنالیا جاتا۔ اور وہ قوم بھی جس کی کتاب میں سب دنیا کے معبودوں کو توڑ کر کے ایک معبود کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ اسی چاہ ضلالت میں جا پڑتی۔ لیکن اسلام کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے۔ کہ اس نے نہ صرف کتاب میں توحید کی تعلیم دی۔ بلکہ اس ایک کلمے میں جو ایک شخص مسلمان ہوتے وقت اپنے زبان سے نکالتا ہے۔ اور جس کو پڑھکر وہ مسلمان ہوتا ہے۔ اس میں یہ تعلیم رکھدی۔ کہ مسلمان مسلمان کہلانے کا حقدار ہی خدا تعالیٰ کی توحید کو مانکر ہوتا ہے۔

کلمہ میں توحید کا ثبوت

اور اس بات کا ثبوت کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہو سکتا ہے اور دوسرے جس قدر معبود ہیں وہ سب باطل ہیں

یہ ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عالی الشان جس
کی زندگی تمام معبودان اقوام سے کیا بلحاظ پاکیزگی اور
کیا بلحاظ کامیابی غرضیکہ ہر طرح سے بڑھکر ہے خدا تعالےٰ
کا عاجز بندہ ہے۔ پس جب ایسا شخص بندہ ہے۔ تو
پھر اس ہستی کے مقابلہ میں اور کون معبود کہلانے کے
لائق ہے تو غرض اس ایک کلمے میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت
کو ثابت کیا گیا ہے۔ اور اسی ایک عظیم الشان خطرے
کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معبود بنائے جانے کی
نسبت ہو سکتا تھا۔ دور کیا ہے۔ اور یہی ایک کلمہ ہے
جس کی وجہ سے آج مسلمانوں میں کوئی شخص محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو معبود نہیں بناتا۔ ورنہ یہ قوم بھی
دوسری قوموں کی مانند (جس طرح انہوں نے اپنے بڑے
بڑے بزرگوں کو معبود بنا لیا) محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کو معبود بنا لیتی۔ غرض لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ایک ایسا کلمہ ہے جس نے مسلمانوں کو محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے معبود بنانے سے بچا لیا۔ ورنہ مسلمان
کسی دوسری قوم سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے شیدائی ہونے میں کم نہیں۔ آج بھی ہزار در ہزار
اس کے نام پر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پس
یہی ایک کلمہ خدا تعالےٰ کی توحید دنیا میں پھیلانے کے
کافی ہے۔ کسی دوسری قوم میں اس کے مقابل کا کلمہ
نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ یہی تمام ازل سے اسلام ہی کے
حصے میں آیا تھا۔ اور یہی ثبوت ہے اس بات کا کہ یہی مذہب
تمام قوموں کا آخری مذہب ہونا چاہئے۔ اور یہی دین
کل ادیان پر غالب آئیگا۔

دعوت الی الخیر

مارشیس سے مبلغ احمدیت مولانا صوفی غلام محمد صاحب بی۔ اے کی چٹھی

رجوع خلق

اس ماہ فروری میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے کرشمے بہت دکھائے ہیں
پتھر دلوں کو موم کر دیا ہے۔ جو ہماری طرف دیکھنا بھی
گناہ سمجھتے تھے وہ اب ہمارے درس میں شامل ہوتے
ہیں جو لوگوں کو ہم سے روکتے تھے۔ وہ اب ہماری طرف
لوگوں کو بھیجتے ہیں۔ اپنی قدرت کا نمونہ اب دکھا۔
مجکو سب قدرت ہے اے رب الورا۔ یہ اشتہار چھاپنے
کے بعد اللہ تعالیٰ نے قدرت کا نمونہ دکھایا ہے۔ ہم نے
۲۶ فروری ۱۶ء کو ایک عام دعوت دی اور باہر سے
بہت سے لوگوں کو مدعو کیا کہ وہ ہمارے ساتھ آکر کھانا
کھاویں۔ اور روز ہل کے تمام مردوں کو بلوایا۔ احمدی احباب
روز ہل وفنکس نے چندہ کیا اور قریباً ایک سو روپیہ
خرچ ہوا۔ ۴½ بجے شام سے لیکر سات بجے تک
دعوت دی گئی۔

دعوت کے بعد تبلیغ

اور عشاء کے بعد ۸½ بجے رات سے درس قرآن شریف
شروع ہوا۔ اور سورت انعام کے آخری تین رکوع
مفصل طور سے سمجھائے گئے۔ اور حضرت اقدس علیہ السلام
کی نبوت کو کھول کر بتایا گیا۔ کہ آپ کس طرح کے نبی ہیں
اور ختم نبوت پر مفصل بحث کی۔ اور قرآن شریف کا عربی
زبان میں اترنا اور عربی زبان کا ام الالسنہ واضح طور سے لوگوں کے ذہن نشین کیا گیا۔ اور قرآن شریف کا زندہ
کتاب ہونا اسی رکوع میں سے ثابت کیا گیا۔ کہ دیکھو ہر زمانے کے حالات بیان کرتی ہے۔ جو لوگ الٹکل پچو
باتیں بناتے ہیں۔ ان سب کا قلع قمع قرآنی آیات سے کیا گیا۔ اور قریباً ۱۱ بجے رات تک درس قرآن شریف ہوتا رہا
اس کے بعد چونکہ ہمارے اشتہار میں یہ تھا کہ درس قرآن اور مولود۔ پھر میں نے کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی لائف کے چند واقعات جو ابھی وقت قرآن شریف سے متبادر الذہن تھے۔ پڑھکر تشریح کے ساتھ
لوگوں کے سامنے پیش کئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایام ولادت کی خصوصیت اللہ کے فضل نے اصحاب
الفیل کو تباہ کیا۔ اور سورۃ الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل کی ساری صورت کی تفسیر لوگوں
کو سنائی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یتیم ہونا سورۃ والضحیٰ سے بتایا اور ساری سورت شریف کی
تفسیر بیان کی۔ اور خوب کھولکر سمجھا دی کہ ضال کے کیا معنی
ہیں۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا
کہ آپ جب تک کسی کی نبوت پر مہر نہ لگاویں وہ نبی نہیں
بن سکتا۔ اگر حضور علیہ السلام نہیں بتاتے اور قرآن شریف
نہ فرماتا کہ موسیٰ رسول ہیں عیسیٰ رسول ہیں۔ داؤد، سلیمان
یحیٰی و زکریا وغیرہ انبیا علیہم السلام ہیں۔ تو نہیں کسی
طرح سے بھی ثابت نہ ہو سکتا تھا کہ وہ رسول ہیں آپکے
فرمانے سے ہم نے مان لیا کہ یہ رسول اللہ نبی ہیں جس کو
آپنے نبی فرما دیا ہے اس کی نبوت پر آپ نے مہر لگا دی
ہے۔ اس لئے وہ نبی ہے۔ خواہ وہ آپکے پہلے آئے خواہ
پیچھے آوے۔ نبی دو قسم کے ہیں ایک شریعت لانیوالے
جیسے موسیٰ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ایک لائی ہوئی
شریعت پر چلانیوالے۔ اپنے الہامات اور وحی سے اس
شریعت کی صداقت پر دلائل قائم کرنے والے۔ جیسے ہارون
سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء بنی اسرائیل حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی مانند حضرت محمد علیہ السلام ہیں۔ جیسے کہ سورۃ
مزمل سے واضح ہے۔ اور حضور سرور عالم کے خلفاء مثیل
خلفاء موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اس لئے چودہویں صدی کا
خلیفہ محمد مسیح موعود کہلایا۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے
بعد حضرت مسیح علیہ السلام چودہویں صدی میں آئے اور
چونکہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت
احمد قادیانی کو صحیح مسلم میں عیسیٰ نبی اللہ فرمایا ہے۔ اس لئے
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی اللہ ہیں مگر شریعت
لانے والے نہیں۔ بلکہ شریعت پر چلانے والے ہیں
جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو نبی اللہ
فرما دیا۔ تو پھر کس کو اعتراض ہو سکتا ہے۔ اور رسول کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات روز بروز بڑھتے رہے
ہیں۔ اور دوسرے نبیوں کے درجے نہیں بڑھتے۔
کیونکہ آپکے لئے ہر وقت درود اور دعا مانگی جاتی ہے
دوسرے آپ الدال علی الخیر ہونے کی حیثیت
سے روز بروز درجوں میں ترقی فرما رہے ہیں۔ وفات
مسیح بھی بیان کی گئی اور یہ کہ مر کر واپس نہیں آسکتے چودہویں
صدی کے مجدد کا وقت گذر گیا۔ اگر حضرت احمد کو نہ مانا
جاوے تو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی تکذیب لازم

آتی ہے۔ اس کے بعد ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ والی نظم سنائی گئی اور سمجھائی گئی۔ اور حضرت صاحب کے اشعار عجب نوریست در جان محمد۔ عجب لعلیست درکان محمد۔ غرضکہ ایک بجے رات تک لو نے چار گھنٹے لگاتار بولتا رہا۔ اور ۲۹ فروری کی رات عبداللہ ساعر کی بھتیجی کے مرنے پر ہم وہاں گئے اور خوب تبلیغ کی اور ۹ بجے سے لیکر ۱۲ بجے رات تک سلسلہ حقہ الحقہ سمجھایا گیا ڈاک کا وقت تنگ ہے زیادہ تفصیل نہیں ہو سکتی

انگلش خاتونوں کے اخلاص نامے

پیارے دینی بھائی۔ السلام علیکم

میں آپکے خط کا بہت بہت شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میں معافی چاہتی ہوں۔ کہ میں اس کا جواب جلدی نہ دیسکی۔ میرا کوئی وقت بھی فرصت کا نہیں۔ بلکہ تمام وقت مردوں کی طرح کاموں میں لگا ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا بھائی مسٹر سیال آپسے جدا ہو گیا ہے۔ اور آپ ہی نہیں بلکہ بہت سے ایسے آدمی ہیں جن کو ان کی جدائی کا احساس ہے۔ تاہم میں یقین رکھتی ہوں۔ خدا کی رحمت آپ پر اور آپکے اسلامی کام پر ایسے ہی سایہ فگن ہو گی۔ جیسے کہ مسٹر سیال پر تھی پہلے ہیں مسٹر سیال نے مجھے اسلام سکھایا۔ میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں۔ کہ ابھی اسلام میں اور بہت کچھ سیکھنے کے لئے ہے۔ ہم انگریز جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اسلام کی بعض موٹی موٹی تعلیموں کو ہی جانتے ہیں۔ اسلام کی خوبیاں پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ ابھی بہت کچھ ہے۔ جو ہمیں سیکھنا ہے مسٹر سیال نے مجھے بہت کچھ سکھایا۔ اور میں ہمیشہ اس کی باتوں کو اطمینان قلب سے سنتی رہی۔ اور میں نے اپنے مذہب کی محبت کا پرداز بڑھتے ہوئے پایا۔ وہی لطف میں نے آپکے خطوط سے بھی اٹھایا ہے۔ اور امید کرتی ہوں کہ آپ مجھے آیندہ بھی خطوط لکھتے رہینگے۔ اور اسلام سکھاتے رہینگے جب سے میں نے اسلام سیکھا ہے۔ اس وقت سے مجھے روحانی سرور میسر آگیا ہے۔ میں سامان دنیاوی کے لحاظ سے مفلس ہوں مگر میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے۔ کہ لوگوں کو وہ عجیب سرور پہنچا دوں۔ جو مجھے میرے مذہب سے حاصل ہوتا ہوا ہے۔ میں نے ایک دفعہ سنا کہ تمہارا ایک مسلمان مبلغ ہو اس پر میں نے ارادہ کر لیا ہے۔ کہ اپنی فطرتی خواہش کے مطابق لوگوں کو روحانی خوشی کے متعلق اطلاع دوں میں امید واثق رکھتی ہوں۔ کہ آپ مجھے آیندہ بھی خط لکھا کریں گے۔ میں اسلام کے متعلق پڑھنے کے لیے ہمیشہ تیار ہوں مسٹر سیال کے انگلینڈ سے روانہ ہونے کے بعد اگر کوئی خبر آئی ہو تو تحریر فرما دیں۔ میں آپسے اس بات کی معافی مانگتی ہوں۔ کہ میں نے باوجود اس کے کہ آپ کا خط بہت دنوں سے ملا ہوا تھا جواب میں تاخیر کی۔ میری دلی تمنا ہے کہ آپ اپنے اہم کام میں کامیاب ہوں:

آپ کی بہن ماڈ

میرے پیارے دینی بھائی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے محبت آمیز دلچسپ خط اور کتابوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں یہ کتابیں میں کچھ مدت اپنے پاس رکھونگی میں انہیں کامل غور سے پڑھنا چاہتی ہوں۔ میں آپکے ارشاد کے مطابق نشان کردہ حصص پر غور کرتی ہوں۔ کہ انہیں دوبارہ پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا جائے۔ میں احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق پڑھتے ہوئے کبھی تکان محسوس نہیں کرتی۔ ہمیشہ اس بات کی خواہشمند رہتی ہوں۔ کہ جہاں تک ممکن ہو سکے۔ آپ کے متعلق سنوں۔ آپ کی پیاری کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی"، میری بیش قیمت جائیداد ہے یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے مصیبت کے دنوں کے لئے ساتھی بھیجا ہوا ہے۔ انسان جس قدر پڑھتا ہے۔ اسی قدر معرفت کے خزانے اس پر کھلتے ہیں .... میں دوغی کو ناپسند کرتی ہوں .... مجھے آپ کا ارسال کردہ ریویو آف ریلیجن کا پرچہ پہنچا میں نے اس میں احمد کی تعلیم کو اپنی نوٹ بک میں درج کر لیا ہے۔ اور اکثر اوقات اسے پڑھکر بہت خوش ہوتی ہوں۔ میں امید کرتی ہوں۔ کہ آپ بفضل خدا خیریت سے ہونگے آپ کا کام اچھی طرح چل رہا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ آپکے کام میں برکت دے اور آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ آپکو اپنے کام میں عظیم الشان کامیابی حاصل ہو۔ آمین

آپ کی دینی بہن میری

المرء یؤخذ باقرارہ

نبی اور غیرنبی میں تین مابہ الامتیاز جو مولوی محمد علی صاحب اس سے پہلے بتایا کرتے تھے

بذریعہ اخبار میری مندرجہ ذیل عرض کو درج کر کے جناب مولوی صاحب محمد علی کی خدمت میں پہنچا دیں کہ آنجناب بذریعہ اخبار اعلان فرما دیں کہ آپ کی کتاب النبوۃ فی الاسلام میں جو بارہ امتیاز نبی اور وحی نبوت کے بیان کئے گئے ہیں علاوہ ان کے اور تین بڑے بھاری امتیازات ہیں جن کو ہر پہلی تالیفوں میں بڑا زور دیا گیا ہے جو کہ غالباً سہواً رہ گئے ہیں اب کتاب میں درج تصور کئے جائیں:

(اول) گویا کہ تیرھواں امتیاز۔ پیشگوئیوں میں کثرت اور کیفیت

"ریویو جلد ۶ صفحہ ۲۹۲ اب جب یہ تمام امور ایسے ہیں جن کا منہاج نبوت کے رو سے انکار نہیں ہو سکتا؛ اور حضرت مسیح موعود پر اگر کوئی مطالبہ ہو سکتا ہے تو منہاج نبوت کے رو سے ہی ہو سکتا ہے تو اب سوال یہ پیدا ہو گا کہ پھر مابہ الامتیاز کیا ہے جس سے جھوٹے اور سچے میں شناخت ہو .... سو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو خود پیشگوئیوں میں کثرت اور کیفیت کو دیکھنا چاہیئے۔ کیونکہ قرآن شریف سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اظہار علی الغیب کو اللہ تعالیٰ انبیاء اور رسل کے لئے مخصوص کرتا ہے یعنی کثرت غیب کی اطلاع دینا۔"

یہ وہی امتیاز ہے جس کو حضرت امامنا جناب خلیفۃ المسیح ثانی بار بار پیش کرتے ہیں اور آپ مولوی صاحب تعداد کثرت دریافت کرتے ہیں:

(دوم) گویا چودھواں امتیاز لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین۔ ریویو جلد ۵ صفحہ ۴۲۷ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳

جھوٹے مدعی نبوت کو نصرت نہیں دیجاتی...... پس جس شخص کے ساتھ خدا تعالیٰ اپنی کتاب کے مقرر کردہ قوانین کے رو سے جھوٹوں والا سلوک نہیں کرتا بلکہ صادقوں اور سچے رسولوں والا سلوک کرتا ہے اس کی صداقت پر شبہ کرنا خدا تعالیٰ سے جنگ کرتا ہے...... اگر یہ ثبوت کافی نہیں تو پھر **کسی نبی کی** نبوت ثابت نہیں ہو سکیگی،،

(سوم) گویا پندرہواں امتیاز انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا۔

"بلکہ امتیازی نشان سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں وہ ہے جس کو قرآن کریم نے اس پختہ اور قیمتی وعدے کے رنگ میں بیان کیا ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا،،

"چار باتیں خواجہ غلام الثقلین نے آیت انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا کے معنوں کی تردید میں جو میں نے بیان کئے ہیں پیش کی ہیں جو ان کے اپنے الفاظ میں نقل کیجاتی ہیں...... شیطان نے خدا کی عزت کی قسم کھائی۔ کہ وہ سب کو گمراہ کریگا...... بنی اسرائیل کی عورتوں کو چھوڑ کر فرعون اور قوم فرعون ان کے بچوں کو قتل کردیتی تھی... مسیح مصلوب ہوئے اور یہود نے فتح حاصل کی خلفاء اربعہ اور سبطین میں سے بجملہ چھ کے پانچ نفس دشمنوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے،،

"بحث تو یہ تھی کہ سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں **امتیازی نشان** قرآن کریم نے کیا قرار دیا ہے اب خواجہ غلام الثقلین خود ہی بیان فرما دیں کہ ان پیش کردہ امور میں سوائے تیسرے کے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے باقی مدعی کون کون ہیں کیا شیطان مدعی نبوت ہے۔ کیا بنی اسرائیل کے شیر خوار لڑکے مدعی نبوت تھے۔ کیا خلفاء اربعہ اور سبطین مدعی نبوت تھے اگر نہیں تو ان باتوں کو زیر بحث سے کیا تعلق ہے،،

اگر مولوی صاحب ان ہر سہ امتیازات بڑھا دینے کا اعلان کر دیں تو نہ صرف احمدیوں پر بلکہ غیر احمدیوں پر بھی احسان ہو گا؀

(خاکسار حکیم محمد الدین) گوجرانوالہ

تادیب النساء

آپ بیتی

وہ نصیحت زیادہ موثر ہوتی ہے جو اپنے نیک نمونہ سے کیجائے ہمارے مکرم دوست غلام حسین صاحب کی مفصلہ ذیل مراسلت جو بالکل سادگی سے لکھی گئی ہے نہایت دلچسپی سے پڑھی جائیگی؀

عاجز نے تین نکاح کئے پہلی بیوی کا نام زینت بی بی تھا اس کے بطن سے صرف ایک لڑکی تھی۔ جبکہ دوسرے نکاح کے واسطے منشی سید احمد حسین صاحب احمدی مدرس ضلع مظفر نگر سے بات پختہ ہو چکی ابھی نکاح نہیں ہوا تھا کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہو گیا تب میں نے میر صاحب کو لڑکے کی پیدائش کی اطلاع بدیں خیال دی کہ شاید ان کو اپنی لڑکی کے نکاح کے کر دینے کے بعد لڑکے کی پیدائش کی خبر ملیگی تو ممکن ہے کہ ان کو ملال ہو کہ اب تو ان کے گھر لڑکا بھی اور لڑکی بھی ہے۔ شاید کہ اپنی لڑکی کے نکاح کر دینے سے رک جاویں۔ مگر میرے عریضہ کے جواب میں جو خط میر صاحب نے بھیجا اس کا لب لباب یہ تھا۔ کہ آپ کے گھر میں ایک چھوڑ درجنوں بچے ہوں اور آپ کی موجودہ بیوی سے ہوں میرے لئے موجب خوشی ہے۔ اگر میں اپنی لڑکی آپ کی نکاح میں اس ارادے سے دینا چاہتا ہوں کہ آپ کی موجودہ بیوی کو کچھ تکلیف پہونچے تو مجھ سے بڑھکر کوئی گنہگار نہ ہو گا۔ اور اگر میری نیت یہ ہے کہ میری لڑکی آپ کے گھر میں جا کر آپ کی اور آپ کی موجودہ بیوی کی دونوں کی خدمت کرے اور یقینی ہے کہ وہ انشاء اللہ ایسا ہی کرے گی تو بس میں اپنی مراد کو ہو چکیا؀

غرض کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت سے نکاح ہو گیا اور اس دوسری بیوی کا نام جمیلہ خاتون ہے۔ خیر پہلی اور دوسری تقریباً آٹھ سال تک اکٹھی رہیں۔ حالانکہ میں نے دونو کے واسطے الگ الگ مکانوں کا انتظام بھی کر دیا تھا۔ خدا کی قدرت پہلی کو بچہ ہونے میں بخار ہوا اور وہ پانچ خورد سال بچے چھوڑ کر فوت ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دوسری کے بھی چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ اور کہ انہوں نے مجھے تیسرا نکاح کرنے کی اجازت دیدی۔ یہ نکاح بھی قادیان میں ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح اول کی وفات سے چند روز قبل ہوا۔ اس بیوی کا نام نور فاطمہ تھا اور یہ قاری غلام یاسین صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان کی دختر نیک اختر تھیں۔ نکاح سے پیشتر میں نے مفصل خط قاری صاحب کی خدمت میں لکھدیا تھا کہ میرے گھر میں بیوی موجود ہے اور اس کے بچے بھی ہیں اور علاوہ اس کے پانچ خورد سال بچے ہیں۔ جو کہ بے ماں کے ہیں۔ موجودہ بیوی سے کوئی رنجش نہیں۔ مال دولت جائداد کچھ نہیں۔ ہاں شریفانہ طرز کا گذارہ خدا کے فضل سے اچھا ہے۔ غرض کہ نکاح ہو گیا اور نور فاطمہ نے آتے ہی بے ماں کے چھوٹے بچوں کا چارج لے لیا۔ اور ان کی خوب خاطر کرنے لگی۔ ایک دن میں نے کہا کہ میں اپنے گھر کے سب حالات مفصل قاری صاحب کی خدمت میں لکھ دئے تھے کیا آپ نے وہ خط پڑھا تھا تو جواب دیا کہ اس خط کو پڑھکر ہی تو آپ سے نکاح کیا ہے کیا آپکو علم نہیں کہ یتیموں اور بے ماں کے بچوں کی خدمت کرنی کتنے بڑے ثواب کا کام ہے۔ اب اگر میں ان کو بے ماں کا سمجھکر محبت اور پیار سے کھانا کھلاؤں گی۔ کپڑے بدلواؤں گی۔ نہلاؤں دھلاؤں گی تو یہ سب کام میرے نامہ اعمال میں بطور نیکی اور ثواب کے درج ہونگے۔ اور اللہ تعالےٰ راضی ہو گا۔ ادھر آپ خوش ہونگے اور خاوند کی خوشنودی عورت کے لئے موجب نجات ہے۔ اور یہ میں جانتی ہوں کہ زندگی اور موت خدا کے اختیار میں ہے جس نے اس دنیا میں زندہ رہنا ہے۔ اس نے ہر حیلے زندہ رہنا ہے۔ باقی رہا میرا اپنا معاملہ اگر میں چاہوں تو ان سے اچھا سلوک کر کے اپنا گھر جنت میں بنالوں اور قبر میں پھول بھر لوں اور اگر چاہوں تو ان سے برا سلوک کر کے اپنی قبر میں انگارے بھر لوں اور اپنا گھر جہنم میں بنالوں۔ پس میں تو ان بے ماں کے بچوں کی خدمت کو گھر میں گنگا بہتی ہوئی خیال کر کے

آئی ہوں۔ پھر فرمایا کہ وہ سوتیلی مائیں کیسی احمق ہوتی ہیں۔ جو کہ بے ماں کے بچوں کو دکھ دیکر خاوند کو الگ دق کرتی ہیں۔ اور خدا کو الگ ناراض ۔

پہلی بیوی کو بندہ نے اس کی وصیت کے بموجب حصار میں امانتاً ایک صندوق میں دفن کر دیا تھا اور سال بھر کے بعد اس کا تابوت نکلوا کر قادیان مقبرہ بہشتی میں دفن کیا اس وقت نور فاطمہ صحیح بخاری کو ختم کرنے کے واسطے قادیان میں مقیم تھی چنانچہ اسی روز اس کو بخار ہوا اور ایک ہفتے کے اندر ہی مقبرہ بہشتی میں میری پہلی بیوی زینت بی بی سے جا ملی جس کے بچوں کی خدمت کی وہ ایسی شوقین تھی۔ گویا کہ زینت بی بی کے تابوت کا انتظار ہی کر رہی تھی۔ کہ کب تابوت آوے تاکہ ہم دونوں اکٹھی لیٹ کر مقبرہ بہشتی میں سوئیں دونو کی قبریں مقبرہ بہشتی میں ساتھ ساتھ ہیں۔ اللہ کی ان پر ہزار ہزار رحمتیں ہوں۔ اس موقع پر میرے قلب پر رقت ہے احباب میری اس حالت کا اندازہ فرما کر میرے لئے دعا خاص فرمائیں ۔

میرا اس سارے قصے سے مطلب یہ ہے کہ احباب کو اگر منشی سید احمد حسن صاحب جیسے نیک اور حمیدہ خاتون و نور فاطمہ جیسے خیالات کی بیویاں میسر ہوں تو بہت ہی بابرکت بات ہے۔ مگر اکثر مرد عام طور پر ایک طرف جھک جاتے ہیں۔ اور دوسری کی حق تلفی کر دیتے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ عورتیں سوکن کو پسند نہیں کرتیں۔ کچھ ہمارے ملک میں اس کا رواج ہی شروع سے ہوا نہیں۔ اور عموماً جنہوں نے نکاح ثانی کئے ہیں انہوں نے اچھی مثال قائم نہیں کی۔ بلکہ برا نمونہ دکھلایا ہے۔ الا ما شاء اللہ۔

یہ رستہ اتنا آسان نہیں کہ جتنا بعض میرے نوجوان دوستوں نے اخبار الفضل میں دو دو بیویوں والا مضمون پڑھتے ہی سمجھ لیا کہ اب اجازت ہوگئی ہے کہ دو دو بیویاں کر لو۔ بلکہ کر لینا آسان تر ہے۔ مگر اس کا نباہنا مشکل ترین ہے

میرے بڑے بھائی صاحب سید قاضی امیر حسین صاحب نے ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی جب دو بیویاں تھیں تو ان کے پاس کوئی شخص مراد آباد سے ایک گلاس لایا۔ وہ گلاس چھپا ہوا تک مرواسنے میں پڑا رہا جب آپ نے اسی کے ساتھ کا دوسرا گلاس منگوایا۔ تب ایک گلاس ایک بیوی کے گھر اور دوسرا دوسری کے گھر بھجوایا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جو شخص ایک بیوی کی طرف جھک جاوے گا اور دوسری کے حقوق تلف کریگا وہ قیامت کے روز خدا کے حضور نصف حصہ بدن کا فالج زدہ لئے ہوئے حاضر ہو گا۔

مجھے خود ایک دفعہ بیویوں کے واسطے ٹرنک خریدنے کی ضرورت پڑی تو ایک ناپ کے ٹرنک تو ملتے تھے مگر ایک رنگ کے نہ ملتے تھے۔ آخر بڑی تلاش کے بعد رنگ اور قد تو برابر برابر ملگیا۔ مگر ان پر جو پھول تھے وہ مختلف قسم کے تھے۔ آخر خدا خدا کر کے پھول بھی ایک طرز کے مل گئے مگر ان کے پتوں میں ذرا سی کسر رہ ہی گئی جو کہ دونوں بیویوں کو تبلا دیگئی۔ غرضیکہ دو بیویوں کا ہونا بشرط ضرورت مومن اور عادل کیواسطے موجب برکت ہے۔ مگر عدل نہ کر سکنے والے کے واسطے موجب زحمت۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر میں دو بیویوں والے کے واسطے عدل کی تاکید فتاوی احمدیہ میں غالباً درج ہے جسکو پڑھکر انسان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور جیسا کہ الفضل کے اسی آرٹیکل میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے عدل پر زور دیکر اس کے مشکلات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مگر میرے دوستوں نے غور نہیں فرمایا۔

احباب میرے امتحان کے لئے جو کہ جون میں ہو گا۔ دعا فرمائیں۔ عاجز سید غلام حسین کیمل خادم حصار حال وٹرنری کالج لاہور ۔

تصحیح

چوہدری اللہ داد خان نمبردار ساکن محلانوالہ ضلع امرتسر کی اہلیہ صاحبہ اور دختر نے بیعت کی بجائے ضلع امرتسر کے ضلع ہوشیارپور شائع ہوا۔ چوہدری قادر بخش صاحب سقام اجنالہ ضلع امرتسر نے بیعت کی تو بجائے ضلع امرتسر کے ضلع سیالکوٹ شائع ہوا۔ الفضل ۲۱ و ۲۵ مارچ میں۔ نیز انجمن اجنالہ ضلع امرتسر میں قائم ہوئی کے بجائے انبالہ شہر شائع ہوا ہے۔ خاکسار عبد القدوس نو مسلم سکرٹری انجمن احمدیہ محلانوالہ ضلع امرتسر